اقوام متحدہ میں ''خاندان'' کی تاریخ

ایل کارلسن نے ورلڈ فیملی پالیسی فورم میں خاندان کے تصور اور تشکیل کے بارے میں گفتگو کی کہ اقوام متحدہ کے قیام کے ابتدائی سالوں میں 'خاندان' کے متعلق پائے جانے والے تصور کی تشکیل دو عناصر کے ذریعے ہوئی۔ پہلے یہ کہ یورپ پر نازی قبضے کے باعث جنم لینے والی دہشتیں، یعنی اجتماعی موت گھر، نسلی تفاخر کی مہمات اور انسانی اعضاء پر تجربات' یہ واضح اور ناقابلِ فراموش واقعات ان لوگوں کے اذہان میں موجود تھے جو اس نئی تنظیم کے افتتاح کے لیے ۱۹۴۵ء میں سان فرانسسکو میں اکٹھے ہوئے۔ اب یہ ضروری ہوگیا تھا کہ 'انسان' کی عزت وحرمت بحال کی جائے، اور پھر روڈولف ہٹلر کی جانب سے نسل کشی کی خاطر برپا کی جانے والی تباہی و بربادی سے ایک مثالی تصور کے طور پر 'خاندان' کی بقا کو ممکن بنایا جائے۔

دوسرے یہ کہ دوسری جنگ عظیم کے باعث برپا ہونے والی تباہی و بربادی، ان چار مخالف نظریات کے جنم کا سبب ثابت ہوئی جو بعد از جنگ، ماحول کی تشکیل کے لیے سرگرداں تھے۔ سیاسی اور فوجی لحاظ سے بالادستی، سوویت یونین میں پائے جانے والے کمیونزم اور امریکیوں کی آزاد خیال جمہوریت کے درمیان، وجۂ تنازع تھی۔ ۱۹۴۵ء سے ۱۹۹۰ء پر مشتمل عرصے کو عام طور پر پیدا ہونے والی سرد جنگ کی عینک کے ذریعے دیکھا جاتا ہے لیکن سماجی حکمتِ عملی بالخصوص خاندانی حکمتِ عملی کے تناظر میں، ان عالمی نظریات، یعنی مسیحی اور سماجی جمہوریت کے درمان ایک مختلف قسم کی مسابقت دیکھنے میں آئی۔

مسیحی جمہوریت کا دور

اب ہم ان موخر الذکر، مخالف نظریات پر غور کرتے ہیں۔ مسیحی جمہوریت کی تحریک، جو ۱۹۴۰ء کی دہائی کے وسط میں تشکیل پذیر ہوئی، نے بزعمِ خود، یکسر ایک نئے نظریے کی پیدائش کا دعویٰ کیا۔ انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں صدی کے اوائل میں مسیحی سیاسی تحریکوں نے مشکوک جدیدیت، جمہوریت پر عدم اعتماد، فردِ واحد کی انفرادیت کی مخالفت اور فرانسیسی انقلاب کے اثرات کے استرداد کا مظاہرہ کیا۔

لیکن ۱۹۳۰ء کی دہائی تک مسیحی مفکرین میں کچھ کچھ جدید اور تخلیقی اندازِ فکر پیدا ہو رہا تھا، خاص طور پر فرانس میں یہ تبدیلی واضح طور پر نظر آ رہی تھی۔ ان میں سب سے اہم شخصیت ایمانوئل مونیئر کی تھی۔ کیتھولک مسلک کے ترجمان "Espirit" میں لکھتے ہوئے مونیئر نے ایک انسان کی انفرادیت کے لحاظ سے اس کی 'مسیحی' شخصیت وضع کی جسے 'تشخص' کا نام دیا گیا۔ اس نظریے کے تحت ہر انفرادی انسان، ایک بے مثال ''آزاد انسان'' کی حیثیت سے 'پیدائشی طور پر' اخلاقی خوبیوں کا مالک اور فطری قانون کے تحت متعدد حقوق کا مستحق تھا۔ اس اندازِ فکر نے انسانی شخصیت کے تمام پہلوؤں، یعنی ''انفرادی، روحانی اور مادی'' تشخص پر زور دیا۔ مونیئر کا یہ بھی اصرار تھا کہ انسان کی انفرادی شخصیت کی نشوونما صرف اور صرف، معاشرتی ڈھانچے، مثلاً خاندان، برادری اور انجمنِ مزدوراں ہی کے ذریعے ممکن ہے۔[1]

اس کے خیال کے مطابق ایک انقلابی مسیحی جماعت کا قیام عمل میں آنا چاہیے جو ایک طرف تو اپنے مسیحی تشخص کے اعتبار سے ''بنیاد پرست'' ہو اور دوسری طرف اپنے سماجی اور معاشی نقطۂ نظر کے اعتبار سے ''انقلابی'' ہو۔[۱]

۱۹۴۳ء میں کیتھولک اندازِ فکر کے ایک طالب علم اور مونیئر کے ایک شاگرد گلبرٹ ڈویو نے بعد از جنگ مسیحی جمہوری نظام کے لیے ایک منشور تشکیل دیا جس میں اس نے حقیقی مسیحی اندازِ فکر کی ''انقلابی'' خصوصیت پر زور دیا، یعنی ایک شخص کو جماعت میں محض ایک مشین کی ''گراری'' کے بجائے اسے مجموعی (مشین) کی حیثیت حاصل ہونی چاہیے لیکن اس کے ساتھ ساتھ، اسے انقلابی مسیحی اصولوں کی بنیاد پر نئے فرانس کی تعمیر کے لیے برسرِ پیکار، عسکریت پسند کا کردار بھی ادا کرنا چاہیے۔ ایک سال بعد ہی ڈویو کو اس منشور کی تشکیل کے باعث اپنی جان سے ہاتھ دھونے پڑے جب لائنز (Lyons) میں جرمن گسٹاپو نے اسے گولی مار کر ہلاک کر دیا۔

مسیحی جمہوری نظریے کی مزید وضاحت و تشریح، بنیادی طور پر دو صحافتی فلسفیوں[۲] Etienne Gilson اور Etienne Borne کے ہاتھوں ہوئی۔ دونوں ہی Aube نامی ایک جریدے کے لیے تصنیفی خدمات انجام دیتے تھے۔ انھوں نے انیسویں صدی کے ''بورژوائی'' جوہری انفرادی تشخص کو مسترد کر دیا جس کے ذریعے، بقول ان کے، ایک تنگ نظر ''خود پرستانہ تشخص اور خاندان، جیسے بنیادی اداروں کے متعلق'' بے اعتنائی اور لاتعلقی کا اظہار ہوتا تھا۔ ان مصنفین نے، اشتراکیوں اور کمیونسٹوں کی ان کی ''مادہ پرستی'' اور مذہب کے بارے میں ان کے جارحانہ اور نفرت انگیز رویے کے باعث تحقیر و تذلیل بھی کی۔ بلاشبہ بورژوائی آزاد خیالی اور کمیونزم کو ''ایک ہی غلطی کے دو رُخ'' کے طور پر دیکھا جا سکتا تھا۔

اب مغربی تہذیب کے سامنے یہ معاملہ درپیش تھا کہ مسیحی تعلیمات کے ساتھ، ایک انسان کے لیے حقیقی احترام اور صنفی معاشرے کی حقیقت کو ہم آہنگ کیا جائے، یعنی بورژوائی آزاد خیالی اور اجتماعیت کے مابین ایک درمیانی راستہ تلاش کیا جائے۔[۳]

مسیحی جمہوری نظریے کا دوسرا پہلو یہ تھا کہ جب اس تحریک اور جماعت کی نوعیت، واضح طور پر مسیحی ہوتی، تو یہ نہ تو پادرانہ، اور نہ ہی کیتھولک ہوتی۔ یورپ پر نازی قبضے کے باعث پیدا ہونے والی مذہب مخالف جہالت کے بعد اس تحریک کو چاہیے کہ وہ کیتھولک اور پروٹسٹنٹ فرقوں کے درمیان اتحاد کی کوشش کرتی، اور پھر مذہبی اقدار کی حامل تہذیب کے طور پر مسیحیت کے دفاع کے لیے دیگر مسالک، یعنی یہودیوں اور ملحدوں کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرتی۔[۴]

۱۔ See: Mario Einaudi and Francois Goguel, Christian Democracy in Italy and France (Notre Dame, IN: University of Notre Dame Press, 1952): 81-82, and R.E.M. Inving, The Chirstian Democratic Parties of Western Europe (London: Geogre Allen Y Unwin, 1979): 30-31.

۲۔ R.E.M. Irving, Chirstian Democracy in France (London: George Allen Y Unwin, 1973) 53-54, 58.

۳۔ Irving, The Chirstian Democratic Parties of Europe, p-31; and Einaudi and Goguel, Christian Democracy in Itlay and France, pp 30-31.

۴۔ Noel D. Cary, The Path to Christian Democracy; German Catholics and the Party System from Windthorst to Adenauer (Cambridge, MA: Harvard University Press, 1996) 180; and Einaudi and Goguel, Christian Democracy in France and Italy, P-28-30, 84.

مسیحی جمہوریت نے آزادی اور انصاف جیسے دونوں بنیادی حقوق کی فراہمی کا بھی وعدہ کیا، اور یہ دونوں اہداف ایسے تھے جن کے حصول کے لیے یکساں جوش و جذبہ درکار تھا۔ اس ضمن میں Etienne Borne نے اپنی تصنیف CetInconnu میں وضاحت کرتے ہوئے لکھا:

''انصاف کے بغیر آزادی، مصنوعی، فریب کارانہ اور منافقانہ ہوتی ہے۔ اسے آزاد منڈی کے نظام اور پرولتاری غلامی کو جائز ثابت کرنے کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ درحقیقت اس قسم کی آزادی، آزادی کا اُلٹ ہے۔ اسی طرح، انصاف کے بغیر آزادی، سوویت یونین یا فسطائی نظام میں ظلم وستم اور مطلق العنانیت کی طرف لے کر جاتی ہے''۔۵

ان ذمہ داریوں کی تکمیل، یعنی معاشرے کے ساتھ فرد کی انفرادی حیثیت کو ہم آہنگ کرنے، اور انصاف اور آزادی دونوں کو مہیا کرنے کے لیے، مسیحی جمہوریت پسندوں نے، بقول ان کے، فطری معاشرتی ڈھانچے کے دفاع کو اوّلیت دی۔ اس میں پڑوسی، شہر، انجمن ہائے مزدوراں اور چرچ شامل تھے۔ لیکن جس معاشرتی اکائی کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی وہ ''خاندان'' تھا۔ ۱۹۴۸ء میں اپنی تصنیف کردہ کتاب Notre Democratic میں Etienne Gilson نے نہایت خوبصورتی کے ساتھ اس نکتے کو مختصر انداز میں یوں بیان کیا:

''اپنی پیدائش سے لے کر اپنی موت تک، ہر انسان، فطری معاشرتی ڈھانچے کی مختلف سرگرمیوں میں مصروف رہتا ہے جن کے باعث نہ تو وہ اپنی زندگی بھرپور طور پر بسر کرسکتا ہے اور نہ ہی وہ اپنی ذات و شخصیت کی مکمل نشوونما کرسکتا ہے...... ان میں سے ہر گروہ، ایک مخصوص نامیاتی اکائی اور وحدت کا حامل ہوتا ہے، یعنی سب سے پہلے خاندان، جو بچے کی قدرتی پرورش گاہ ہے''۔۶

یہ ادارے، جبلی اور باطنی نوعیت کے حامل تھے، یعنی ان سے مراد یہ ہے کہ یہ ادارے، ہمیشہ انسان کی جبلت اور فطرت کے ذریعے ہی دوبارہ ظاہر ہوتے۔ یہ ادارے، ریاست کے قیام سے پہلے بھی موجود تھے یعنی خاندانوں اور شہروں کی تخلیق، قانون کے ذریعے نہیں ہوئی بلکہ قانون ہی ''انھیں تلاش کرپایا''۔ بیسویں صدی کے اوائل میں برپا ہونے والے عظیم انتشار کو جزوی طور پر ''خاندانی اقدار میں کمزوری'' کے طور پر بیان کیا جاسکتا تھا، ایک ایسا صنعتی نظام، جسے مادہ پرست فلسفیوں کی حمایت حاصل تھی، نے ایک ادارے کے طور پر ''خاندان'' کو ترک کر دیا۔ اب حکمت عملی یہ ہونا چاہیے کہ بطور ادارہ، ''خاندان'' کی طرف مراجعت کی جائے۔۷

لیکن اس سے مراد، قدیم یورپ کے قبائلی سرداری نظام اور باپ کی طرف سے سرپرستانہ خاندانی نظام نہ ہوتا۔ باپ کی طرف سے سرپرستانہ خاندانی نظام، فرد کے انفرادی تشخص کے ساتھ میل نہیں کھاتا تھا۔ مسیحی جمہوریت پسندوں کا موقف

۵۔ Quoted in Irving, Christian Democracy in France, p 55

۶۔ Quoted in Einaudi and Goguel. Chirsitan Democracy in Italy and France, p 126.

۷۔ Guido Dierickx, Chrisitan Democracy and Its Ideological Rivals: An Empirical Comparison in the Low Countries", in David Hanley, ed., Christain Democracy in Europe: A Comparative Perspective (London & New York: Pinter Publishers, 1994): 24.

تھا کہ عورت کو اپنے برابر سماجی، قانونی، معاشی اور سیاسی حقوق کا علم ہونے کے علاوہ، ان سے مستفید بھی ہونا چاہیے۔[۸]

ساتھ ہی ساتھ، بطور ادارہ ''خاندان'' کی طرف مراجعت سے مراد یہ تھی کہ تعلیم، والدین کے ہاتھ میں ہونا چاہیے، یعنی ریاست کی طرف سے ''ماں کی ممتا'' کی خصوصی حفاظت کی جانی چاہیے، اور گھروں کی سربراہ ہونے کی حیثیت سے ماؤں کو ''معاوضہ'' ملنا چاہیے تاکہ مائیں اس قابل ہوسکیں کہ وہ اپنے گھروں میں اپنے بچوں کے ساتھ موجود رہ سکیں۔[۹]

ابتدائی مسیحی تحریکوں کے برعکس، بعد از جنگ، مسیحی جمہوریت پسندوں نے آزاد انسانی تشخص کی بھرپور نشوونما کے حوالے سے سیاسی جمہوریت کو ایک اعلیٰ جائے مقام قرار دیا۔ بلاشبہ انھوں نے اس موقف کا اظہار کیا بذاتِ خود جمہوریت، مسیحی تعلیمات، مثلاً ''خدا کی نظر میں سب انسان برابر ہیں'' سے اخذ کی گئی ہے۔ حتیٰ کہ انھوں نے جمہوری اصولوں میں وسعت کی حوصلہ افزائی بھی کی۔ اس ضمن میں Gilson کی طرف سے پیش کیے گئے استدلال کے مطابق: ''تاریخ نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اگر معاشی اور سماجی جمہوریت، سیاسی جمہوریت کی رفیق نہیں ہے تو یہ کافی زیادہ حد تک محض ایک افسانے اور خیال پر مشتمل ہے''۔ اس تحریک نے اس امر پر زور دیا کہ معاشی زندگی، روحانی زندگی اور خاندان کے وجود کے تابع ہونا چاہیے۔ اس موقف کے باعث، مسیحی جمہوریت پسند، وسیع پیمانے پر پھیلے ہوئے چھوٹے چھوٹے زرعی کھیتوں (جائیدادوں) کے دوست اور ایک کسان یا خاندانی زرعی کھیتوں کے حمایتی بن گئے۔ انھوں نے ''خاندانی معاوضے'' جیسے طریقوں کے ذریعے، بڑے بڑے اجتماعی کاروباری اداروں اور کھیتوں و کارخانوں میں ''انسانیت'' رائج کرنے کی حمایت کی۔

عالمی نقطۂ نظر کے لحاظ سے مسیحی جمہوریت کا اظہار، تاریخ کی ایک نئی تشریح تھی۔ اس سے پہلے جہاں، مسیحی چرچ، ۱۷۸۹ء کے فرانسیسی انقلاب اور اس کے دعویٰ ''آزادی، مساوات اور اخوت'' کے متعلق عام طور پر جارحانہ رویہ اپنایا تھا، وہاں اس نئی تحریک کا مقصد یہ تھا کہ اس انقلاب اور ان الفاظ کو قدرے تبدیلی کے ساتھ قبول کرلیا جائے۔ اس حوالے سے فرانسیسی تحریک کے ایک اور سرکردہ راہ نما، ماریس شومین نے مسیحی جمہوریت کے حوالے سے اپنے موقف کا اظہار یوں کیا: ''مسیحی جمہوریت، ۱۷۸۹ء سے شروع ہونے والی اس کوشش کا تسلسل ہے تاکہ نہ صرف انقلابی روایت اور مسیحی اندازِ فکر کو ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگ کیا جائے بلکہ باہمی طور پر بھی انھیں مضبوط کیا جائے۔[۱۰]

مسیحی جمہوریت کے ساتھ ۱۷۸۱ء کے انقلاب کے تعلق کے باعث، انسانی حقوق کا معاملہ، اس کے نزدیک ایک مرکزی مسئلے کی صورت میں ظاہر ہوا لیکن اس ضمن میں ایک خاص تبدیلی پھر دوبارہ پیش نظر رکھی گئی جہاں، فرانسیسی تحریک کے لادینی نظریات کا انحصار، حقوق کے فطری اور ارتقائی مفہوم پر تھا، وہاں نئی تحریک کے موقف کے مطابق، انسانی حقوق کا ماخذ، بذاتِ خود ''تخلیق'' یعنی ''قدرتی قانون'' تھا۔ یہ حقوق ''مقدس، پختہ اور جبلی'' تھے کیونکہ ان کا سرچشمہ بذاتِ خود ''خدا'' تھا۔ ہر فرد کے فطری حقوق اور حکومت کی حد سے بڑھتی ہوئی طاقت سے فطری سماجی گروہوں کی حفاظت کے ضمن میں مسیحی جمہوریت پسندوں نے ریاست کی طرف سے صحت مند شک وشبہے اور تنقید کو برداشت کرتے ہوئے یہ انسانی حقوق اپنا لیے۔

۸۔ See: Irving, Christian Democracy in France, pp 61-62.

۹۔ Cary, The Path to Chrisitan Democarcy, p 184; Einaudi And Gogual, Chrisitan Democracy in Italy and France, pp 36, 59, 83.

۱۰۔ From: Einaudi and Goguel, Christian Democracy in Itlay and France, pp 124-125, 130.

سماجی اور معاشی جمہوریت کے لحاظ سے پیش قدمی کرتے ہوئے، اس تحریک نے انسانیت کے تحفظ اور وقار کے لیے ضروری معاشرتی حقوق کے متعلق ایک مثبت رویہ اپنایا۔

اقوام متحدہ کے ابتدائی دور میں مسیحی جمہوریت

یورپ کے مسیحی جمہوریت پسند، نئی اقوام متحدہ کے ابتدائی اجتماعات میں اہم نتیجے کے ساتھ، یہ جدید، پُر جوش، حتیٰ کہ انقلابی نظریات اپناتے۔ فرانس میں، مسیحی جمہوریت نے Mouvement Republicain Populaire or MRP کی شکل اختیار کرلی جو ۱۹۴۶ء میں مخلوط فرانسیسی حکومت کا ایک حصہ بن گئی۔ اس کے علاوہ، نیدرلینڈ، بلجیم، اٹلی اور مغربی جرمنی میں مضبوط مسیحی جمہوری جماعتیں قائم ہوگئیں۔

اس عالمی نقطۂ نظر پر تحریک کا معاشی اور معاشرتی کونسل یا ECOSOC میں ایک خاص اثر ورسوخ تھا جس نے ۱۹۴۶ء میں قائم ہونے والے انسانی حقوق کے کمیشن سمیت اقوام متحدہ کی معاشرتی حکمتِ عملی اور انسانی حقوق بارے اقوام متحدہ کی جانب سے انجام دیے جانے والے مختلف کاموں کا جائزہ لیا اور ان کی نگرانی کی۔ اس ضمن میں شعبۂ سماجی معاملات کے سربراہ، فرانس کے پروفیسر ہنری لاگیئر کا نام قابلِ ذکر شخصیات میں شامل تھا جنھیں مسیحی جمہوریت کے مقاصد سے ہمدردی تھی۔ اگرچہ اس سے بھی اہم شخص، چارلس حبیب ملک نامی ایک لبنانی تھا، جس کا ذکر گذشتہ رات کیا گیا جو ۱۹۴۸ء کے اہم سال میں ECOSOC کا صدر مقرر ہوا اور جس نے انسانی حقوق کے کمیشن میں عملی طور پر بہترین اور شاندار خدمات انجام دیں۔[۱۱]

ملک، ایک عرب مسیحی تھا جس نے فرانس میں تعلیم حاصل کی تھی، اور ایک فلسفی بھی تھا اور وہ نئے مسیحی جمہوری نظریے سے مکمل طور پر متفق تھا۔ اس کی تقریروں اور تحریروں میں ایک بھرپور مسیحی تصور پایا جاتا تھا، اور ان تمام امور سے بڑھ کر، اس کا نقطۂ نظر امن کے قیام اور خدا ن کے ساتھ سچا رشتہ استوار کرنے، یعنی انسانی بقا اور موجودگی کی بنیاد کے درمیان براہِ راست تعلق ہے'' پر مشتمل ہے۔ مسیحی جمہوریت کی خاطر جان دینے والے فرانسیسی گلبرٹ ڈریو کے کہے ہوئے الفاظ کے تناظر میں، ملک نے ''زندہ خدا'' کی بنیاد پر ایک بنیادی مغربی انقلاب کے قیام کے لیے آواز بلند کی۔

ایک اور مرکزی کردار، رینی کیسن، نامی ایک وکیل تھا جو بین الاقوامی قانون میں مہارت رکھتا تھا، وہ بھی ایک فرانسیسی تھا۔ انسانی حقوق کے کمیشن کے عملے کے ایک رُکن کی حیثیت سے، کیسن نے ''یونیورسل ڈیکلریشن'' (Universal Declaration) کے یکے بعد دیگرے کئی مسودے تخلیق کرنے کے حوالے سے ایک اہم اور مرکزی کردار ادا کیا۔ بذاتِ خود ایک یہودی ہونے کی حیثیت سے، کیسن کو فرانسیسی ایم آر پی (MRP) اور مسیحی جمہوریت کے مقاصد سے ہمدردی تھی۔ اپنی تقاریر اور مضامین میں اس نے یہ بات زور دے کر کہی کہ انسانی حقوق کا نظریہ ''مقدس صحیفے'' سے اخذ کیا گیا ہے۔ یہودی جو اپنے خدائے واحد، تمام انسانوں کا خالق، کے نظریے سے متاثر تھے۔ انھوں نے قدرے ابتدا ہی میں غلامی سے نفرت کے بارے میں ایک واضح اور غیر مبہم رویہ اپنا لیا۔ یسوع مسیح اور پال نے یہ تعلیم دی

۱۱۔ See: Emiel Lamberts, ed, Christian Democracy in the European Unionm 1945/1995 (Leuven, Belgium: Leuven University Press, 1997): 440.

کہ ''یہودیوں اور اشرافیہ'' ایک آزاد اور غلام انسان کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، یہ سب ایک بڑے خاندان، انسانیت سے تعلق رکھتے ہیں''۔۱۲

کیسن نے یہ بات بھی زور کر کہی کہ اٹھارہویں صدی کے انسانی حقوق کے متعلق باضابطہ اعلانات (مثلاً انسانی حقوق کے متعلق فرانسیسی قرارداد) نے انفرادیت کو بہت زیادہ توقیر بخشی جس کے باعث ''آزادی'' سے ناجائز فائدہ اٹھانے اور اس کے غلط استعمال کی راہیں کھل گئیں۔ مسیحی جمہوریت کے اصول سے اخذ شدہ استدلال کے ذریعے کیسن نے یہ موقف اپنایا کہ انفرادیت کے مفہوم کو، خاندان، گھر، پیشہ، شہر اور ملک جیسے معاشرتی گروہوں اور تعلقات کے دائرہ کار کے اندر رہتے ہوئے سمجھنا چاہیے۔۱۳

فرانس، ان آٹھ اقوام میں سے ایک تھا جنھیں انسانی حقوق کے کمیشن کا کام تفویض کیا گیا تھا اور اس کے وفد نے یونیورسل ڈیکلریشن (Universal Declaration) کا مسودہ تیار کرنے والی کمیٹی کا ہاتھ بٹایا اور جس طرح چلّی اور بلجیم کے وفود نے کیا، اس میں کئی مسیحی جمہوریت پسند شامل کیے۔ اسی دوران، فرانسیسی وزیر خارجہ کی حیثیت سے ایم آر پی کے راہ نما رابرٹ شومین نے سلامتی کونسل کی کارروائی کے دوران، ایک مضبوط مسیحی جمہوری اثر ورسوخ کا یقین دلایا۔

۱۰ دسمبر ۱۹۴۸ء کو اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی نے اپنے ایک تاریخی فیصلے کے ذریعے انسانی حقوق کے متعلق ''یونیورسل ڈیکلریشن'' منظور کر لیا جو کافی حد تک مسیحی جمہوریت کے نظامِ اقدار کے مطابق تھا۔

خاص طور پر، ہمیں شق نمبر ۱۶/سی کے ذریعے ''فطری'' سماجی اداروں کے متعلق توثیقی بیان ملتا ہے:

> ''خاندان، معاشرے کی ایک فطری اور بنیادی اجتماعی اکائی ہے، اور معاشرے اور ریاست کی طرف سے تحفظ کا مستحق ہے''۔

لفظ ''فطری'' مسیحی جمہوری عالمی نقطۂ نظر سے براہِ راست اخذ کیا گیا ہے، حتیٰ کہ یہاں ''معاشرے'' کا لفظ ایسی ممتاز حیثیت کا مالک ہے جیسے ریاست سے پہلے مسیحی جمہوریت پسند ممتاز حیثیت کا مالک ہے۔۱۴

شق نمبر ۲۵ میں خاندانی سماجی حقوق، بطورِ خاص خاندانی معاوضے پر زور دیتے ہوئے کے متعلق حمایت کا ذکر ملتا ہے:

> ''ہر فرد کو، خوراک، لباس، گھر اور طبی سہولیات کے علاوہ معاشرتی خدمات اور بے روزگاری، بیماری، معذوری، بیوگی، ضعیف العمری سمیت اپنی بساط سے باہر حالات کی صورت میں، اپنی اور اپنے خاندان کی صحت و بہبود کے حوالے سے ایک معیاری طرزِ زندگی اختیار کرنے کا حق حاصل ہے''۔

یہ یونیورسل ڈیکلریشن (Universal Declaration) اپنی شق نمبر (۳) ۲۶ کے ذریعے خاندان کی ترجیحی

۱۲۔ Rene Cassin: "From thee Ten Commandments to the Rights of Man", in Shlomo Shoham, Of Law and Man: Essay in Honor of Haim H. Cohn (New York and Tel Aviv: Sabra Books, 1971): 15-17.

۱۳۔ Cassain: "Historique de la Declaration Universelle de 1948", p 114.

۱۴۔ Lamberts: Christian Democracy in the European Union, p 442.

نوعیت اور خودمختاری کی توثیق وتصدیق کرتا ہے:

''والدین کو یہ ترجیحی حق حاصل ہے کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق اپنے بچوں کے لیے تعلیم کا انتخاب کریں''۔

اس باضابطہ اعلان کا مخصوص خاکہ، انسانی حقوق کے متعلق بے مثال مسیحی جمہوری مفہوم پر محیط ہے۔ ایک سے لے کر ۲۱ شقوں کے ذریعے، ریاست کی خواہشات کے خلاف، افراد کے سیاسی حقوق کو تحفظ فراہم کیا گیا ہے۔ اس طور، یہ دستاویز، امریکی آئین میں موجود ''قانونِ حقوق'' سے مشابہ ہے۔ اسی طرح، ۲۲ سے لے کر ۲۷ شقوں کے ذریعے، عین اسی طرح، افراد کے ''سماجی اور معاشی حقوق'' کو تحفظ مہیا کیا گیا ہے جس طرح غیر مبہم انداز میں Gilbert Dru یا Etienne Gilson نے زور دیا ہوتا۔

حتیٰ کہ ''مساوات'' کی اصطلاح، خواہ نفسِ مضمون سے پہلے یا بعد میں تخریبی انداز میں استعمال ہوئی ہو، ''زندہ رہنے کے حق'' (شق نمبر۳) ''انسانی فرد کا وقار اور اہمیت'' (تمہید) اور ''جبلی انسانی فطرت'' (شق نمبر ایک) کے شخصی خیال کے ذریعے بھرپور مفہوم کی مالک ہے۔

''تمام انسان آزاد پیدا ہوئے ہیں اور وقار وحقوق کے لحاظ سے برابر ہیں۔ انھیں استدلال اور ضمیر عطا کیا گیا ہے اور انھیں ایک دوسرے کے ساتھ اخوت پر مبنی سلوک کرنا چاہیے''۔

بلاشبہ مسیحی جمہوری نظریے میں موجود صرف ایک خامی ''خالق کی قدرت'' کی تصدیق وتوثیق ہے۔ چارلس ملک کی سربراہی میں قائم مسودہ تیار کرنے والی کمیٹی کے کئی ارکان نے اس نظریے کو اس میں شامل کرنا چاہا۔ لیکن بالآخر وہ سب ایک ایسی زیادہ سے زیادہ عالمی زبان پر متفق ہو گئے جو ''خدا'' کے نام کے بجائے استعمال کی جاتی۔[۱۵]

مختصر یہ کہ مسیحی جمہوری عالمی نقطۂ نظر، اقوام متحدہ کے ابتدائی سالوں (۱۹۴۶ء سے ۱۹۴۸ء) میں سماجی بہبود کی حکمت عملی اور حکمت عملی برائے انسانی حقوق کے حوالے سے غالب موضوع گفتگو رہا، اور کم از کم مزید ایک دہائی تک یہ نظریہ، ایک دانشورانہ اور فہیم کے طور پر موجود رہا۔ اگرچہ ''سرد جنگ'' شروع ہونے کے باعث ''انسانی حقوق'' کی دستاویزات پر مزید پیش رفت وقتی طور پر رُک گئی لیکن ''سماجی، معاشی اور ثقافتی حقوق'' اور ''شہری و سیاسی حقوق'' کے حوالے سے بین الاقوامی برادری کی طرف سے کیے گئے وعدے اور باضابطہ اعلانات، جو بالآخر ۱۹۶۶ء میں جاری ہوئے، ان کے ذریعے ابھی بھی یہ تصدیقی اور توثیقی موقف موجود تھا کہ ''خاندان، معاشرے کی ایک فطری اور بنیادی اکائی ہے، اور یہ ابھی بھی معاشرے اور ریاست کی طرف سے تحفظ کا مستحق ہے''۔[۱۶]

جمہوری اشتراکی نظریے کی فتح

لیکن، وقت کے ساتھ ساتھ، اقوام متحدہ میں ایک اور مخالفانہ نظریہ ''جمہوری اشتراکیت'' مقبولیت حاصل کر رہا تھا۔

۱۵۔ Cassain: "Historique de la Declaration Universelle de 1948", p 108, 115.

۱۶۔ Noted in James W. Nickel, Making Sense of Human Rights: Philosophical Reflection on the Universal Declaration of Human Rights (Berkeley: University of California Press, 1987): 2-9.

یہ نظریہ، سب سے پہلے، اقوام متحدہ میں ۱۹۴۶ء اور ۱۹۶۲ء کے دوران، سیکرٹریٹ پر سکنڈے نیویا کے غلبے کے باعث Trygve Lie اور Dag Hammarskjold نامی دو افراد کے ذریعے منظر عام پر آیا۔

Trygve Lie کا تعلق ناروے سے تھا اور وہ نئی اقوام متحدہ کا سیکرٹری جنرل تھا جس نے اس عہدے پر ۱۹۴۶ء سے ۱۹۵۲ء تک خدمات انجام دیں۔ حال ہی میں جاری ہونے والی دستاویزات کے ذریعے اب ہمیں معلوم ہوتا ہے یہ شخص اپنا عہدہ سنبھالنے کے ضمن میں سوویت یونین کی پہلی ترجیح تھا، اور امیدوار کی حیثیت سے، سب سے پہلے، امریکی وزارتِ خارجہ کے ایک افسر ایلگر ہس کے ذریعے سامنے آیا جو بعد میں سوویت ایجنٹ ثابت ہوا۔ اس کے برعکس کچھ شہادت کے باوجود Lie بذاتِ خود، شاید کبھی بھی کمیونسٹ جماعت کا ایک مخلص رکن نہیں رہا تھا۔ لیکن ابتدا میں اس کے بالشویکوں کے ساتھ تعلقات تھے، اور ۱۹۲۱ء میں اس نے ماسکو کا سفر کیا جہاں اس نے لینن سے ملاقات کی۔ روس میں سوویت حکومت کی موجودگی سے متعلق اس نے ایک مضبوط موقف اپنائے رکھا اور اس طرح Lie کمیونسٹوں کے نزدیک، اقوام متحدہ میں اپنی خواہشات کے حوالے سے ایک قابلِ اعتماد اور مطیع ساتھی ثابت ہوا۔

Lie ناروے کی لیبر پارٹی کا قائد تھا اور اسے ایک سخت گیر اشتراکی جمہوریت پسند سمجھا جاتا تھا۔ ۱۹۳۰ء کی دہائی کے دوران، ناروے کی داخلہ حکمت عملی تشکیل دینے میں ایک اہم کردار ادا کرنے کے باعث اس نے ایک سرگرم اشتراکی ماہر کی حیثیت سے شہرت حاصل کر لی تھی۔[۱۷]

کوریا کی جنگ کے حوالے سے سیاسی مصلحتوں کی بناء پر اس نے ۱۹۵۳ء کے اوائل میں استعفیٰ دے دیا اور یہ عہدہ سویڈن کے ایک سرکاری ملازم Dag Hammarskjold نے سنبھال لیا۔

ایک فرد کے طور پر، اس کی اقوام متحدہ میں موجود ممتاز حیثیت کا تعین، ایک اہم امر ہے۔ اس کے ایک سوانح نگار کی نظر میں، وہ ایک ایسا شخص تھا جس میں سمجھ بوجھ بہت کم تھی اور اسے کیتھولک مسلک سے برائے نام دلچسپی تھی۔ ایک جدید عارف کے لحاظ سے اس کی مسیحیت اصلی اور شدید تھی، اور اس کی ذاتی زندگی میں ایسی تھی اور حقیقت بھی یہی تھی لیکن وہ ایک ایسا شخص تھا جو روزانہ خدا سے راز و نیاز کرتا تھا۔ اس کی پیدائش، سویڈن کے ایک قدیم معزز خاندان میں ہوئی تھی جس کے نزدیک روایتی طور پر بادشاہ اور ریاست، قابلِ تعظیم اور خدمت کے حقدار تھے۔ بہرحال، وہ کبھی بھی کسی سیاسی جماعت میں شامل نہیں ہوا لیکن پھر بھی وہ کسی نہ کسی طرح سرکاری طور پر اشتراکی جمہوریت پسند تھا۔

۱۹۳۰ء کی دہائی کے اوائل میں وہ ''بائیں بازو کی اشتراکی دانشورانہ حیثیت'' کی طرف اپنی مراجعت کا قائل ہو گیا۔ اس نے اپنی پی ایچ ڈی کی ڈگری اسٹاک ہوم کی یونیورسٹی سے حاصل کی اور سویڈن کو ایک اشتراکی فلاحی ریاست بنانے کے حوالے سے گنر مائرڈل (اپنے مذاکراتی معترض) اور نٹ وکسل (اپنے اتالیق اور سوشل ڈیموکریٹک گورنمنٹ میں

۱۷۔ On Lie's background, see the excellent volume: James Barros, Trygve Lie and the Cold War: The UN Secretary General Pursues Peace, 1946-1953 (DeKalb, IL: Northern Illinois University Press, 1989): 4-5, 11, 16, 29, 35.

وزیرخزانہ) کے ساتھ مل کر کوششیں کیں۔۱۸

اس نے حکومتی حکمتِ عملیوں کے حوالے سے پیش آنے والے مسائل کو حل کرنے کے ضمن میں اپنے ساتھیوں کی رفاقت میں روزانہ طویل اوقات تک کام کیا لیکن کسی اُکتاہٹ یا بیزاری کا شائبہ تک محسوس نہیں ہونے دیا۔ لیکن اس وقت اسے مایوسی ہوتی جب اس کا ایک نیا شادی شدہ ساتھی رات گئے تک کام کرنے سے انکار کر دیتا۔ وہ بذاتِ خود غیر شادی شدہ تھا، اور اپنے پیش رو Lie اپنے کچھ ہم عصر رفقاء کے خیال میں نجی طور پر ہم جنس پرستی کا عادی تھا۔ لیکن یہ سچ ثابت نہ ہوسکا۔ اس کے سوانح نگار اس امر پر متفق ہیں کہ اس کی زندگی میں ''جنسی معاملات'' کا کردار بہت کم تھا۔ بلکہ وہ تو تقریباً جنسی معاملات میں ملوث ہونے کے قابل ہی نہ تھا۔ ایک پیدائشی کنوارا، ایک پرعزم تنہائی پسند، خاندانی معاملات کے حوالے سے اس سے مراد یہ تھی کہ اسے شادی اور بچوں کے معاملات کی حقیقت بارے بہت کم ذاتی آگہی تھی اور وہ اس قسم کے معاملات کو اپنے منتخب شدہ ''ماہرین'' پر چھوڑنے کے لیے قطعی آمادہ تھا۔

Lie اور Hammarskjold کے زیر اثر، جمہوری اشتراکی نظریہ، اقوام متحدہ کے سیکرٹریٹ میں ایک نظریاتی قوت بن کر اُبھرا۔ اس کے دفاتر میں سیکنڈے نیویا کے شہری بہت زیادہ تعداد میں آ گئے اور قائدین کے نظریے اور اندازِ فکر کے ساتھ وفاداری، ترقی کے لیے اہمیت اختیار کر گئی۔

ایک اہم عہدے کے لیے جن افراد کا نام لیا جا رہا تھا، ان میں Alva Myrdal بھی شامل تھی۔ ''آبادی کے بحران'' کے موضوع پر اس نے جو کام ۱۹۳۰ء کی دہائی میں انجام دیا، سیکرٹری جنرل Lie کو اس کے متعلق مکمل آگہی تھی۔ اپنے خاوند Gunnaer Myrdal کے ساتھ مل کر، اس نے سیکنڈے نیویا میں تیزی سے گرتی ہوئی شرحِ پیدائش کے جواب میں اشتراکی جمہوریت پسندوں کی طرف سے ایک مسودہ تیار کیا۔ اس مسودے کا نچوڑ یہ تھا کہ Myrdal کے خیال کے مطابق شرحِ پیدائش میں اضافے کا صرف ایک ہی طریقہ تھا کہ اخراجات اور لاگتوں میں کمی کے ساتھ ساتھ بچوں کی پرورش کے بوجھ کو بھی مناسب حد تک لایا جائے۔ ان کے یہ نظریات ۱۹۳۴ء میں شائع ہونے والی کتاب Kris I befolkningsfragan میں شامل کیے گئے جنھوں نے ایک جدید فلاحی ریاست کی تشکیل کے لیے ایک مثالی استحقاق فراہم کیا۔ ۱۹۳۵ء میں یہ کتاب ناروے کی مقامی زبان میں شائع ہوئی۔ کتاب کے اس نسخے اور اس کے نتیجے میں منعقد ہونے والے مختلف قسم کے مباحث، آبادی کے متعلق ناروے کی حکومت کی طرف سے ایک کمیشن کے قیام اور ''Myrdal کے نظریے'' کے نفاذ کے لیے لیبر پارٹی کی طرف سے تجاویز کے ایک سلسلے کا محرک ثابت ہوئے۔۱۹

اقوامِ متحدہ کے دفاتر واقع جنیوا میں Alva Myrdal نے ''شادی شدہ خواتین کی زائد توانائی'' کے موضوع پر

۱۸۔ On Hammarskjold see: Brian Urquhart, Hammarskjold (New York: Alfred A. Knopf, 1972): 22-29; Joseph P. Lash, Dag Hammarskjold: Custodian of the Brushfire Peace (Gardn City, NY: Doubleday, 1961): 27-32, 78-79; and Stanley Meisler, United Nations: The First Fifty Years (New York: Atlantic Monthly Press, 1995): 77-79.

۱۹۔ On Alva Myradal's role in population debate of the 1930's see: Allan Carlson, The Swedish Experiment in Family Politics: The Myrdals and the Interwar Population Crisis (New Brunswick, NJ: Transaction Books 1990).

تقریر کرتے ہوئے Lie کی توجہ اس طرف دلائی حالانکہ Gunner کے ساتھ ''ایک نئے نمونے کی شادی'' اس وقت خطرے میں تھی، اور Alva Mydral کی دلیل یہ تھی کہ ایک جدید عورت کی تسکین وطمانیت محض بچوں کی پرورش اور گھریلو کام کاج کے ذریعے نہیں ہوسکتی اور اس ضمن میں انھیں گھر سے باہر نکل کر اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق کام کرنے کی ضرورت ہے۔[۲۰]

وسط دسمبر ۱۹۴۸ء میں Lie نے اقوام متحدہ کے سوشل کمیشن (Social Commission) کے ڈپٹی اسسٹنٹ سیکرٹری جنرل کے عہدے کے لیے Alva Myrdal کا نام تجویز کیا۔

اس طرح ، یہ خاتون اقوام متحدہ کے اعلیٰ عہدے پر فائز ہوگئی۔ بقول خود اس کے، اعلیٰ ترین عہدوں میں وہ تیسرے اعلیٰ ترین عہدے پر فائز تھی۔ اس کی ذمہ داریوں میں اقوام متحدہ کی طرف سے خواتین کے مسائل/معاملات ، آبادی، بہبود اور انسانی حقوق کے متعلق مختلف کاموں کا انتظام وانصرام شامل تھا۔ Alva Myrdal کے نزدیک یہ ایک ایسا بھرپور موقع تھا جس کے ذریعے اقوامِ متحدہ کے سیکرٹریٹ کو اس کے اپنے نظریے اور اندازِ فکر ''اشتراکی جمہوریت برائے خواتین'' کے پھیلاؤ کے لیے استعمال کیا جاسکتا تھا۔ انوکھی بات تو یہ ہے کہ ۱۴ردسمبر ۱۹۴۸ء کو اسی ہفتے، اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے خاندان کے حقوق کے استحقاق کے متعلق یونیورسل ڈیکلریشن (Universal Declaration) منظور کرلیا۔ اس حوالے سے Alva Mydral نے اپنی ایک دوست Disa Vastberg کو تحریر کیا:

> ''یہ امر، میرے لیے نہایت مسرت انگیز ہے کہ میں یہ سمجھوں کہ نہ صرف سویڈن میں بلکہ زیادہ سے زیادہ براہِ راست طریقے کے ذریعے، اشتراکی جمہوری خواتین، اقوام متحدہ کے سیکرٹریٹ کے سامنے بولنے اور اس پر اثرانداز ہونے کا ایک آزادانہ موقع حاصل کریں۔ خواتین کے اس گروہ کے نزدیک پسندیدہ امر یہ ہے اور ان کی خواہش بھی یہی ہے۔ ایک فلاحی ریاست کی تشکیل کے لیے اہم بات یہ ہے کہ اقوام متحدہ کے سماجی بہبود کے شعبے میں ایک اہم عہدے کے ذریعے خواتین کے اس گروہ کو اس کے اپنے نظریات کے مطابق انسانی معاشرے کو تبدیل کرنے کا موقع حاصل ہو''۔[۲۱]

اشتراکی جمہوری خواتین کے یہ نظریات کیا تھے؟ ۱۹۳۰ء اور ۱۹۴۰ء کی دہائیوں میں Mydral نے ان نظریات کو نہایت واضح طور پر بیان کیا جن میں مندرجہ ذیل امور شامل تھے:

پہلے تو یہ کہ قطعی، اخلاقی اقدار کا کہیں کوئی وجود نہیں ہے۔ روایتی مسیحی اخلاقی اقدار سمیت، اخلاقی اقدار، محض تاریخی ارتقا اور ادارہ جاتی تبدیلیوں کا نتیجہ ہیں۔ اگر عوام کی اکثریت ان نام نہاد ''اخلاقی معیارات'' پر عمل پیرا نہیں ہوتی، تو پھر ان معیارات بلکہ افراد کو بھی بدلنے کی ضرورت ہے۔ دوسرے یہ کہ انیسویں صدی سے مروج نام نہاد خاندانی اقدار اور معیارات تقریباً غیر صحت بخش، بے بنیاد، الگ تھلگ اور بے کار ہیں۔ ان کی بجائے ایک نیا خاندانی معیار رائج ہونا چاہیے

۲۰۔ See: Sissela Bok, Alva Myrdal: A Daughter's Memoir (Reading, PA: Addison-Wesley, 1991): 220-205.

۲۱۔ Letter, Alva Myrdal to Disa Vastberg; 14 December 1948; in Lars G. Lindskog, Alva Myrdal: Fornuftet maste segra!" (Kristian stad: Sveriges Radios Forlag, 1981): 86.

جہاں خواتین گھر سے باہر پیشہ ورانہ زندگی میں، ان کے ساتھیوں کی حقیقت سے اپنے شوہروں کے شانہ بشانہ کھڑی ہوں۔ جہاں بچے، ایک شہری کے لحاظ سے حکومت کی ذمہ داری بن جائیں اور ان کے لیے حکومت کی طرف سے فراہم کردہ سہولیات اور دیکھ بھال کا نظام موجود ہو، اور لباس سے لے کر خوراک اور موسمِ گرما میں مخصوص تعلیمی و تربیتی سہولیات تک، ہر چیز حکومت کی طرف سے مہیا ہو، جہاں اوائل عمر ہی سے بچوں میں معاشرتی اور سماجی تعاون و معاونت کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھر دیا جائے، جہاں شادی، اپنی خودمختاری اور مخصوص قانونی تحفظات سے آزاد ہو۔ جہاں خاندان، محدود باز تخلیق کے علاوہ اپنی باقی تمام فرائض اور ذمے داریوں سے دستکش ہوجائے۔ جہاں آزادانہ قوانین، اسقاطِ حمل اور بچوں کے لیے ابتدائی جنسی تعلیم کے اہتمام کے ذریعے ''رضا کارانہ سرپرستیٔ والدین'' کو یقینی بنایا جائے اور جہاں بچوں پر والدین کی طرف سے اپنی مرضی ٹھونسنے کے عمل کو غیرصحت مند قرار دیا جائے، جیسا کہ مندرجہ ذیل پیرے میں مذکور ہے:

> ''زیادہ تر تکلیف دہ، نرم و لطیف جذبہ، جو ایک فرد کی انفرادی آزادی اور ذمہ داری کی حمایت کرتا ہے، اس کا انحصار آزادی کے اس افسوسناک اظہار پر ہے جس کے ذریعے دوسروں پر تسلط جمانے کے لیے آزادی کا ایک بے مہار اور بے قابو استعمال کیا جاتا ہے''۔[۲۲]

تیسرے یہ کہ جنسی مساوات کا تقاضا یہ ہے کہ رکاوٹ بننے والے تمام اداروں، روایات اور تہذیبی و ثقافتی ڈھانچے کو ایک ہی معیار پر لایا جائے، حتیٰ کہ عورت اور مرد کے درمیان موجود اہم اور بنیادی فرق کو بھی ریاستی مداخلت کے ذریعے یا تو اسے ختم کردیا جائے یا اس کا متبادل مہیا کیا جائے۔

اقدار میں اہم تبدیلی

مسیحی جمہوری نظریے اور اشتراکی جمہوری نظریے کے درمیان اختلاف ۱۹۶۰ء کی دہائی میں اپنے عروج پر پہنچ گیا تھا۔ اس مقابلے میں اشتراکی جمہوریت کو فتح حاصل ہوئی، کیوں؟

اس شکست کی جزوی وجہ، مسیحی جمہوریت کی بطور بے مثال نظام، ناکامی تھی۔ ۱۹۴۰ء کی دہائی میں موجود جوش و خروش، توانائی اور مثبت انقلاب کا احساس، آیندہ صدی میں معدوم ہوچکا تھا۔ فرانس میں، مسیحی جمہوریت کی مرکزی سیاسی جماعت، ایم آر پی (MRP) چارلس ڈی گال کی نئی جماعت RPI (Ressemblement du Peuple Francois) کے ہاتھوں شکست سے دوچار ہوگئی اور ۱۹۵۸ء تک سیاسی میدان سے مکمل طور پر غائب ہوچکی تھی۔ اسی دوران، اٹلی اور جرمنی میں مسیحی جمہوری جماعتوں نے اپنے نظریے کی قربانی دیتے ہوئے اپنے اقتدار کو مستحکم کرلیا تھا۔ ۱۹۶۰ء کی دہائی کے اوائل تک یہ جماعتیں موجود حالات اور نظام کے ساتھ عملی انداز کے علاوہ افسر شاہانہ طور پر منسلک رہی تھیں اور موجودہ نظام و حالات کے حمایتیوں میں شامل تھیں۔ جماعتی عہدوں پر نظریاتی کارکنوں کے بجائے موقع پرست افراد قابض ہوگئے تھے۔ ''اخلاق اقدار اور سیاسی روایات'' کے لیے تحریکیں، بڑی جماعتوں کے لیے خالی خولی دعووں کی شکل میں موجود رہ گئیں۔ جب ۱۹۶۸ء

۲۲۔ From: Alva and Gunnar Myrdal, Kris I befolkningsfragan (Stockholm: Bonniers, 1934): 299. More generally, see: Carlson, The Swedish Experiment in Family Politics, pp.88-95.

میں ایک نئے ''اقدار کے بحران'' نے یورپ کو اپنا نشانہ بنایا، تو مسیحی جمہوریت پسند کسی بھی قسم کا جواب دینے کے لیے تیار نہ تھے۔ یہ لوگ محض ذاتی تسکین و اطمینان پر مشتمل مادہ پرست نظام کے قدیم اور غیر مستحق سرپرست ثابت ہوئے۔[۲۳]

بلاشبہ، اب یہ امر واضح ہے کہ ۱۹۶۳ء کے بعد یورپی ممالک (اور شمال امریکا کے ممالک) میں اخلاقی اقدار کے حوالے ایک ''خاموش انقلاب'' برپا ہو چکا تھا۔ اس انقلاب کے باعث مسیحی تعلیمات (مثلاً ذمہ داری، قربانی، اخوت، ایک دوسرے کے ساتھ بہتر سلوک اور طویل المدت وعدوں اور معاہدوں کا احترام) پر مبنی اقدار اور اپنی ذات پر مرتکز مضبوط ''لادینی انفرادیت'' کے حوالے سے تبدیلیوں کا ایک بے مثال دور رونما ہوا۔ ۱۹۷۰ء اور ۱۹۸۰ء کی دہائیوں میں یورپی نوجوان نسل کے ایک جائزے کے ذریعے یہ معلوم ہوا کہ یہ لوگ اسقاطِ حمل، طلاق، وغیرہ سے لے کر والدین ہونے کی حیثیت کے بارے لاتعلقی اور بے اعتنائی کا اظہار کر رہے تھے اور ان کی اکثریت اس قسم کے بیانات مثلاً بچوں کو ایک ہی فرد (والد/ والدہ) کی ضرورت ہے'' اور ''ذاتی تسکین کے لیے اب بچوں کی مزید ضرورت نہیں'' سے متفق ہو رہے تھے۔

ایک اور تبصرہ نگار نے اسقاطِ حمل کو نہایت تیزی کے ساتھ قانونی قرار[۲۴] دینے، اور یورپیوں میں ہر انسان کی عزت و تکریم، حتیٰ کہ ضعیف اور معذور افراد کے متعلق شعور اور احساسِ ذمہ داری میں کمی کی طرف اشارہ کیا۔

اس نے مزید لکھا:

''حالیہ سالوں میں بے باک انفرادیت اور بے لگام آزاد خیالی میں بے حد اضافہ ہو چکا ہے۔ آزادیٔ نسواں جس میں بہت زیادہ ترقی واقع ہو چکی ہے[۲۵] میں بھی بغیر روک ٹوک اور بے مہار اضافہ ہو رہا ہے۔ دریں اثنا، عدالتوں اور رائے عامہ میں بھی جنسی بے راہ روی کے متعلق برداشت کا مادہ پیدا ہو چکا ہے۔ عالمی نقطۂ نظر کے مفہوم کے تناظر میں یہ تبدیلیاں، مسیحی جمہوریت کی انھی اخلاقیات کے مقابلے میں اشتراکی جمہوریت کی ''جنسی اور خاندانی اخلاقیات'' پر فتح کی علامت تھیں۔''

Alva Myrdal نے ECOSOC میں اپنے کام کا آغاز ۱۹۴۹ء کے اوائل میں کیا۔ ڈھائی سال بعد، وہ جنیوا میں واقع UNESCO کے دفاتر میں منتقل ہوگئی جہاں اس نے شعبۂ عمرانیات کے سربراہ کی حیثیت سے ذمہ داری سنبھال لی۔ دیگر اشتراکی جمہوریت پسندوں کے ساتھ مل کر، اس نے تبدیلیوں کے بیج بو دیے جن کا پھل ۱۹۶۳ء کے بعد ظاہر ہوا۔[۲۶]

۱- خواتین کے مسائل کے متعلق: اصلی اقوام متحدہ کی طرف سے ایک تبدیلی کے طور پر عصمت فروشی روکنے، برابری

۲۳- Alva Mydral et.al., Toward Equality: The Alva Myrdal Report to the Swedish Social Democratic Party (Stockholm: Prisma, 1972 [1969]: 17, 38, 64, 82-84.

۲۴- Pridham, "Christian Democracy in Itlay and West Germany", pp. 143-144.

۲۵- See: Ronald Inglehart, The Silent Revolution: Changing Values and Political Styels Among Western Publics (Princeton, NJ: Princeton University Press, 1977): 216; and Ron Lesthaeghe, "A Century of Demographic and Cultural Change in Western Europe", Population and Development Review 9 (Sept. 1983): 29.

۲۶- Lamberts, Christan Democracy in the European Union, p 445.

کی بنیاد پر روزگار حاصل کرنے پر نئی توجہ مرکوز کرنے، جنسی کرداروں کو ختم کرنے، ماں کے بغیر پیدا ہونے والے بچے کی دیکھ بھال و نگہداشت کے استعمال اور خاندان میں تبدیلی کے ضمن میں خواتین کے لیے حمایت حاصل کرنے پر ارتکاز توجہ۔

۲- آبادی کے مسائل کے متعلق: ایک تبدیلی کے طور پر بڑے گھرانوں کی حوصلہ افزائی اور تحفظ سے لے کر ایک مسئلے کی حیثیت سے آبادی میں بے تحاشا اضافے کی طرف فوری توجہ، جس کا مقابلہ جنسی تعلیم اور ''بازتخلیقی حقوق'' کے ذریعے کیا جانا چاہیے۔

۳- خاندانی مسائل کے متعلق: ایک تبدیلی کے طور پر ''بنیادی اور فطری سماجی اکائی'' کے لحاظ سے ''خاندان'' کی تصدیق و توثیق سے لے کر بطور خاندان ''فرسودگی اور ظلم'' کی ایک تصویر کے طور پر۔

۴- انسانی حقوق کے متعلق: ایک تبدیلی کے طور پر ''ذاتیات'' سے لے کر انسان کی جبلی عزت و تکریم اور فطری معاشروں میں انسان کے مقام سے لے کر، انقلابی نسوانی انفرادیت تک۔

اور پھر اس تمام مشق اور جدوجہد کے حقیقی نتائج برآمد ہوئے۔ آپ آیندہ چند دنوں کے اندر ''خواتین کے خلاف ہر قسم کے امتیاز کا خاتمہ'' یا سیڈا (CEDAW) کے موضوع پر ایک اجلاس کے متعلق بہت کچھ سنیں گے۔ میں یہاں صرف یہ بتانا چاہوں گی کہ اس کا لب لباب بہت حد تک ان نئے نظریات کے مطابق ہے۔ اگر مجموعی طور پر دیکھا جائے تو CEDAW، ایک خاندان کو ہر قسم کی خودمختاری اور اختیار سے محروم کر دیتی ہے۔ یہ صرف، ایک الگ تھلگ اور انقلابی فرد کو اخلاقی جواز فراہم کرتا ہے اور پھر یہ حکومت کو ایک فطری خاندان کو منظم کرنے، اس کی تشکیلِ نو کرنے، حتیٰ کہ اسے ختم کرنے کے وسیع اختیارات عطا کرتا ہے، مثلاً یہ شق نمبر ۵ کا مفہوم ہے جس کے ذریعے یہ اظہار کیا جاتا ہے:

> ''امتیازات و تعصّبات یا رسمی اور دیگر سرگرمیوں، جن کی بنیاد......مرد و خواتین کے روایتی کرداروں پر ہے، کے خاتمے کے نقطۂ نظر کے تناظر میں، تمام سیاسی جماعتیں، مرد و خواتین کے رویے اور کردار کے حوالے سے سماجی اور تہذیبی معمولات کو بدلنے کے لیے ہر قسم کے مناسب اقدامات اٹھائیں گی''۔

اسی طرح ''بچے کے حقوق کے موضوع پر اجلاس'' میں بچوں پر والدین کے اختیار کے تدارک، سیاسی اور انقلابی عمرانیات کے حق میں مذہبی عقیدے اور روایت کے اختیار سے دستبرداری، اقوام اور افراد کی طرف سے ان کی اپنی مخصوص تہذیبوں کی حفاظت سے انھیں روکنے کے طریقے شامل ہیں، مثلاً شق نمبر ۱۳ کے مطابق:

> ''بچے کو آزادیٔ اظہار کا حق حاصل ہوگا۔ اس حق کے ذریعے بچہ اپنی پسند کے مطابق کسی بھی ذریعے، مثلاً زبانی، تحریری، چھپائی یا کسی فن کی شکل میں، کسی بھی قسم کی معلومات تلاش کر سکتا ہے، وصول کر سکتا ہے، یا پھر کسی کو مہیا کر سکتا ہے''۔

سادہ اور آسان زبان میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ ''حقوق'' کا یہ مفہوم، اس مفہوم کے قطعی متضاد ہے جو یونیورسل ڈیکلریشن (Universal Declaration) کی شق نمبر ۲۶ میں مذکور ہے (جس کا مطلب ہے: ''والدین کو اپنی مرضی کے

مطابق بچوں کے لیے تعلیم کے انتخاب کا حق حاصل ہے'') اور اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک نظریے نے دوسرے نظریے پر غلبہ حاصل کرلیا ہے۔

ایک نیا موقع ؟

لیکن حالیہ سالوں میں ایک نظریاتی اختلاف دوبارہ ظاہر ہو چکا ہے۔ ۱۹۹۰ء کی دہائی کے وسط میں، قاہرہ اور بیجنگ میں اقوام متحدہ کے اجلاس منعقد ہونے کے بعد ''خاندان'' کی حمایت میں ایک تحریک اپنی پوری قوت کے ساتھ مجتمع ہونا شروع ہوگئی ہے۔ اقوام متحدہ میں علمی اور فکری طور پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے مقابلہ جاری ہے، اور اس جدوجہد و کوشش کا نقطۂ ارتکاز ابھی تک ''خاندان کی حیثیت'' ہے۔ اب ہم کہاں جائیں؟ گذشتہ پچپن سال کے تجربات سے جو اہم سبق اخذ کیا جاسکتا ہے وہ یہ ہے کہ ''نظریات نے اپنے اثرات و نتائج ہوتے ہیں''۔ جب اقوام متحدہ میں ''خاندان'' کی حمایت کی گئی تو یہ حمایت ان نظریات کا نتیجہ تھی جن کی تشکیل اور ارتقاء، یورپ اور بحر اوقیانوس کے ممالک میں موجود مسیحی جمہوری حکومتوں پر مشتمل ایک نسبتاً چھوٹے حلقے میں ہوا تھا۔ اسی طرح جب اقوام متحدہ میں ''خاندان'' کی مکالفت کی گئی تو یہ مخالفت ان نظریات کا نتیجہ تھی جو سب سے پہلے سکنڈے نیویا کے اشتراکی جمہوریت پسندوں کے بہت ہی چھوٹے حلقے میں پیدا ہوئے تھے۔ اِس وقت ایک اہم ضرورت یہ ہے کہ خاندان/ زندگی کی حمایت پر ایک نیا نظریہ تشکیل دیا جائے۔ ایک جدید عالمی نظریہ جو اکیسویں صدی کے تقاضوں کے مطابق ہو، اور جو ۱۹۴۰ء کی دہائی میں مسیحی جمہوریت نے اپنایا تھا۔ حالانکہ، اس دفعہ کامیابی حاصل کرنے کے لیے یہ علمی و فکری متشکل لازمی طور پر مغربی مسیحیت سے کہیں زیادہ متاثر کن ہونی چاہیے جن کا اب اقوام متحدہ میں یا عالمی سطح پر کوئی غالب کردار نہیں رہا۔ بلکہ اب تو اسے کسی بھی معمولی اختلاف کو نظر انداز کرتے ہوئے، عالمی سطح پر مذہب کی بنیاد پر خاندانی اخلاقی اقدار پر مشتمل نظامہات کو ہر قیمت پر اپنا لینا ہوگا۔ میرا خیال، بلکہ مجھے امید ہے کہ The World Congress of Families جیسے منصوبے ایک مخصوص نظریے کی تشکیل کے لیے قدم اٹھا رہے ہیں۔

گذشتہ پچپن سال کے تجربات کے ذریعے ایک دوسرا سبق یہ حاصل ہوا کہ ''کسی بھی حکمت عملی کی بنیاد عوام کی رائے'' ہے۔ چارلس ملک اور رینی کیسن نے مسیحی جمہوری نظریے کے بارے میں یونیورسل ڈیکلریشن کے حوالے سے بالکل صحیح مقام سے بالکل صحیح وقت پر قدم اٹھایا۔ اقوام متحدہ میں اشتراکی جمہوری نظریے کی حتمی فتح کے ضمن میں Trygve Lie، Dag Hammarskjold اور Alva Myrdal کا اثر و رسوخ، اہم کردار کا حامل تھا۔ اس نقطۂ نظر کے تناظر میں، مستقبل میں پیش نظر رکھنے کے لیے ناگزیر اور لازمی امور مندرجہ ذیل ہیں:

- غیر سرکاری اداروں (NGO) کے دائرہ کار کے اندر رہتے ہوئے ''خاندان'' کی حرمت پر نئے حملے کو پسپا کرنے یا روکنے کے لیے ایک عملی اور تیز رفتار قدم اٹھایا جائے۔
- اقوامِ متحدہ کے سیکرٹریٹ کے اندر ''خاندان کے دوستوں'' کو جگہ دی جائے، یا ان کی نشان دہی کی جائے، ان کی حفاظت کی اور انھیں آگے بڑھنے میں مدد مہیا کی جائے۔
- مذہب کی بنیاد پر خاندانی اخلاقی اقدار پر مشتمل نظامہات کے حوالے سے ایک ایسی بین الاقوامی تحریک کا آغاز کیا جائے جو اقوام متحدہ میں ایک معاشرتی حکمت عملی پر اثر انداز ہو سکے اور بالآخر اس کی تشکیل کر سکے۔